OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

عالمگیریت سے استفادے کے اسلامی اصول

(تجزیاتی و تقابلی مطالعہ)

Islamic Principles of Interaction with Globalization (An Analytical and Comparative Study)

Sabir Hussain
PhD Scholar NUML, Islamabad

Dr Noor Hayat khan
HoD, Deptt. Of Islamic studies NUML, Islamabad.

Abstract

According to Stanford Encyclopaedia of Philosophy, "Globalization refers to processes of change which underpin a transformation in the organization of human affairs by linking together and expanding human activity across regions and continents". It is expected to a modified world where traditions, cults, socio-economics and socio-politics have, in some sense, merged together. One cannot refuse the vital role of globalization and important changes in present circumstances. In such scenario, how a Muslim society buffet in. Today the globalization has challenged the existence of all individual themes like a Muslim society which would have two ways; either to act upon Islam or to follow the emerged fatal impacts. This paper ventures to move that direction and suggests that the best possible strategy to begin with is to Islamize the globalization with Islamic principles for safe humanity. This paper highlights relevant key questions: What is globalization according to Western scholars? How did they seed this thought for the world? What was the purpose to drop the globalization in the universe? Is there Islamic principles to adopt this thought with beneficiary to Muslim society? The study is a little effort to establish positive sense for the betterment of humanity in the light of Islamic jurisprudence to utilize western globalization by a Muslim society.

Keywords: globalization, cultural differences, Islam and globalization, Western thought.

CC BY

تمہید

اسلام اور مغرب کی فکری تقسیم ان کے وجود کے ساتھ قائم ہے، جدید دور کی مغربی فکریات انسان کی مادی ترقی میں بظاہر کردار ادا کر رہی ہیں مگر چند دہائیوں بعد جب اُن سے ہونے والے انسانیت کش نقصانات کے پیش نظر، کسی بھی فکر کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے یا تحقیقی ادارے اس کے منفی اور مثبت اثرات سے لوگوں کو آگاہی عطا کرتے ہیں، تب مغرب میں انسانی عقل کسی نئی فکر کو جنم دیتی ہے، جس کے مضمرات کبھی پوشیدہ ہوتے ہیں یا کسی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتے۔ یہ سلسلہ الوہی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے فائدہ مند نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسانی تعقل و تفکر میں تو حرج نہیں مگر مغرب، جب ایک فکر کو دیگر اقوام پر غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس سے اُن کا معاشی و معاشرتی استحصال کیا جاتا ہے تو اُس وقت مغرب یا اس کے اتحادیوں کا یہ رویہ بالفعل ظلم و تعدی کا سبب بنتا ہے۔

عالمگیریت (Globalization) بھی ایک مغربی فکر ہے جس کو پیش کرنے کے اپنے مقاصد و اسباب ہیں، جن کو بروئے کار لا کر تیسری دنیا کی اقوام و ممالک کے قدرتی وسائل پر قبضہ یا بلا قیمت ان کا استعمال ہے۔ اس کے علاوہ اس فکر کے پس پردہ دیگر مغربی منفعت بھی ہو سکتی ہے، مگر بظاہر پُر کشش، دلفریب اور جاذب نظر مظاہر، اقوامِ عالم کو دامنِ فریب میں لینے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ جن میں عالمی برادری کی ترقی، عالمی بھائی چارہ، ہر انسان کو برابر ترقی کے مواقع مہیا کرنا، وغیرہ ہیں۔ فکری طور پر تو یہ درست امور ہیں، مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا عملی طور پر ایسا ممکن ہے؟ یا کم از کم عالمگیریت کو بروئے کار لا کر، کیا مغرب نے انسان کو جینے کا حق دیا ہے؟ یا انسانی زندگی کا جامہ مزید تنگ کیا ہے؟ دنیا کے موجودہ حالات اس فکر سے پیدا ہونے والے منفی رجحانات کا جائزہ پیش کرتے ہیں کیوں کہ عالمی پُر امن معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ محکوم و مظلوم اقوام کی آزادی و ترقی عالمگیریت کے ایجنڈا کا حصہ نہیں ہے، عالمی بھائی چارے کا قیام، اصل میں مغربی عالمگیریت کے متضاد ہے۔ اس جدید فکر کا مقصد ایک خاص زاویے کی عالمی ترقی و تسلط ہے۔ اس منافقانہ سوچ اور غلط عملی جدوجہد کی وجہ سے عالمگیریت میں پنہاں، انسانی زندگی کے لیے نفع بخش امور کو مخفی کر دیا ہے۔ جبکہ عالمگیریت کا اصطلاحی تجزیہ کیا جائے تو بظاہر یہ ایک درست فکر ہے جو پوری دنیا کے انسانوں کو ترقی کے یکساں مواقع دینے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔

اس موضوع پر جب گذشتہ کام کا جائزہ لیا جائے تو بہت کم مواد میسر آتا ہے۔ مثلاً: ”گلوبلائزیشن اور عالم اسلام“ عبد الغفار عبد الرزاق سلفی کی تصنیف ہے، جس میں عالمگیریت کے تحت تمام مغربی اور اقوام متحدہ کے اداروں کا تعارف، ان کے کارہائے امور اور عالم اسلام کی موجودہ صورت حال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ”تہذیب اسلامی کی عالمگیریت“ ، جو کہ

آسیہ کریم کا مقالہ ہے یہ الایضاح ۲۰۰۹ میں شائع ہوا ہے جس میں تاریخ اسلامی کے لحاظ سے عالمگیریت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ تہذیب اسلامی کے تطور میں عالمگیریت کا انداز کیا رہا ہے اور کس انداز سے اسلام نے اپنے زریں اصولوں سے دیگر اقوام کو فائدہ پہنچایا ہے ؟۔ اس موضوع پر آخری مقالہ " امت مسلمہ کی عالمگیریت قرآنی تعلیمات کی روشنی میں" طاہرہ فردوس کا ہے جو الایضاح ۳۶، دسمبر ۲۰۱۸ میں شائع ہوا، اس میں قرآنی آیات سے ثابت کیا گیا ہے کہ امت مسلمہ ہی تمام امم پر فوقیت رکھتی ہے۔ مقالہ ھذا میں جس جہت کو اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عالمگیریت کو مغربی فکر سمجھتے ہوئے اس کے جو گوشے اسلام کے اصول حیات سے مطابقت رکھتے ہیں اُن سے استفادے کے اسلامی اصول کیا ہوں گے ؟ سابقہ پیش کردہ مواد میں یہ موضوع تشنہ تحقیق رہا ہے جس سے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس موضوع کو بھی زیرِ بحث لایا جائے۔

اس مقالہ میں عالمگیریت کے مثبت اور انسانی زندگی کے لیے فائدہ مند گوشوں کو ظاہر کیا جائے گا، جن کا تعلق اسلام کے عطا کردہ نظام سے ہے، عالمگیریت میں پنہاں اسلامی اصول حیات کا تجزیہ کیا جائے گا، اس کے ساتھ ساتھ اُن اسلامی اصولوں کا مغربی فکری رجحانات کے ساتھ تقابلی جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔ اسلامی اصول جن میں انسانی زندگی کا مکمل تحفظ، ترقی اور مساویانہ حق ہے اُنھیں واضح کیا جائے گا۔

حصہ اول: عالمگیریت کا اصطلاحی تعارف و تجزیہ

معنی و مفہوم:

عالمگیریت یا گلوبلائزیشن کی اصطلاح لفظ 'گلوب' سے وجود میں آئی ہے یہ انگریزی کا کلمہ ہے جس کا معنیٰ 'زمین' ہے جو کہ ایک پیالے کی صورت میں دنیاوی نقشے پر نظر آتی ہے۔ اردو میں اس کے لیے ایک وسیع تر معنیٰ کی ضرورت تھی جو کہ گلوب کا فکری تصور بھی ظاہر کرتا ہے اس کے لیے کرہ ارض یا کرہ ارضی کا لفظ ہی موزوں سمجھا جاسکتا ہے۔ اس وضاحت کے مطابق انگریزی کے لفظ Globalization (گلوبلائزیشن) کو اردو زبان میں " عالمگیریت " کہتے ہیں۔ عربی زبان میں بھی اس کے لیے زیادہ موزوں اصطلاح "العولمہ" کی ہے۔ یہ لفظ "العالم" یا "العالمیہ" سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ کسی چیز کو پھیلانا یا وسیع کرنا ہے۔ ڈاکٹر احمد مختار کہتے ہیں کہ یہ ایک جدید لفظ ہے جس کے معنیٰ اور اثرات سے تجاہل ممکن نہیں۔ اس کی تعریف میں وہ لکھتے ہیں:

> "حرِّيَّة انتقال المعلومات وتدفُّق رءوس الأموال والسِّلع والتِّكنولوجيا والأفكار والمنتجات الإعلاميّة والثَّقافيّة والبشر أنفسهم بين جميع المجتمعات الإنسانيّة حيث تجري الحياة في العالم كمكان واحد أو قرية واحدة صغيرة"(1)

> "معلومات عامہ، اثاثہ جات، سرمائے، ٹیکنالوجی، ثقافت اور خود انسان جو دنیا کے مختلف کونوں میں رہتے ہیں، کا اس طرح ہو جانا گویا وہ ایک ہی جگہ ہیں یا ایک چھوٹی بستی میں رہتے ہیں"

گویا اس تعریف میں مؤلف نے مغربی مفکرین کی ترجمانی کی ہے جس کے مطابق تمام دنیا معلومات، سیاسیات، معاشیات اور انسانوں کے میل جول کے اعتبار سے ایک بستی کا ساروپ اختیار کر گئی ہے، جسے "عالمگیریت" کہتے ہیں۔

اس تعریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیریت کے مختلف الجہات پہلو ہیں۔اس کی تعریف میں پائے جانے والے اختلافات اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات انہی پہلوؤں کا نتیجہ ہیں۔ جیسے: معاشی عالمگیریت ہو یا اخلاقی عالمگیریت، سیاسی عالمگیریت ہو، یا معاشرتی عالمگیریت و خاندانی عالمگیریت وغیرہ۔ معاشی ماہرین نے عالمگیریت کے میدان میں پوری دنیا کے اقتصاد کا جائزہ لے کر اس لحاظ سے تعریف وضع کی ہے۔فلسفہ اخلاقیات کے ماہرین اپنے نقطہ نظر سے اس کی تعریف بیان کرتے ہیں۔اسی طرح سیاسی ماہرین نے اپنے نقطہ نظر سے اس کی تعریف کی ہے کہ، " عالمگیریت کسی جامع اور متفقہ تعریف سے خالی رہی۔یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی ایسی جامع تعریف وضع نہیں کی جاسکی جس پر ماہرین کا اتفاق ہو سکے" ۔اس لیے کہ ان تعریفات میں ہمیشہ مادی سوچ اور فکر کار فرما ہوتی ہے ایسی سوچ میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ یہ الوہی فطرت کے ہم آہنگ ہو یا نہ ہو اس طرف توجہ نہیں دی جاتی[2] بلکہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی بھی مذہب کی نمائندگی شامل نہیں ہو۔کیونکہ مغرب زدہ سوچ کے مطابق، دینی رہنمائی یا وحی سے استفادہ کرنے کی وجہ سے انسان کا ذاتی تعقل و تفکر محدود ہو جائے گا اور اسے مکمل طور پر خدائی عطا کردہ نظام کا پابند ہونا پڑے گا۔اسی ضمن میں سماجی ماہرین کی کچھ تعریفات پیش کی جاتی ہیں، جن سے عالمگیریت کا حد استعمال واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا سماجی جھکاؤ بھی سامنے آتا ہے۔

پروفیسر انتھونی:

> "Globalization can be thus defined as the intensification of worldwide social relations which link distant localities in such a way that local happening are shaped by events occurring many miles away"(3)

> "گلوبلائزیشن کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہ پوری دنیا میں ہونے والے معاشرتی تعلقات کی شدت کا نام ہے جو میلوں دور ہونے والے واقعات کو آپس میں اس طرح ملاتی ہے جیسے وہ مقامی سطح پر واقع ہو رہے ہیں"

اس تعریف کے مطابق سارے دنیاوی فاصلے قربت میں تبدیل کر دیے گئے ہیں، مگر اس میں صرف کسی حادثاتی واقعہ کو موضوع بنایا گیا ہے، جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔واقعات کی خبر تو اس عالمگیریت کے دور میں چند سکینڈ میں پھیل جاتی ہے مگر حادثہ اور واقعہ کی نوعیت ہر ملک اور علاقہ میں اس کے حالات پر منحصر ہوتی ہے۔ اس لیے اس تعریف کے مطابق یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ پوری دنیا کے واقعات کو عالمگیریت آپس میں مقامی سطح تک ملا دیتی ہے جبکہ ہر واقعہ کا اپنا پسِ منظر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اوہم:

"Globalization means the onset of the borderless world" [4]

" سرحدوں سے بالاتر ہو کر دنیا کا ایک ہو جانا گلوبلائزیشن کہلاتا ہے "

ڈاکٹر اوہم کی تعریف کے مطابق، غالب تہذیب کو کسی سرحد یا رکاوٹ کی ضرورت نہیں رہتی تو اُسے عالمگیریت کی مدد سے تمام دیگر محکوم اور مغلوب تہذیبوں پر تسلط قائم کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تعریف مغربی اندازِ فکر کو ظاہر کرتی ہے۔

مارٹن البرو:

"Globalization is all those process by which the people of the world are incorporated into a single society" [5]

"گلوبلائیزیشن ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے دنیا کے تمام لوگوں کو ایک معاشرے میں شامل کر دیا جاتا ہے"

اس تعریف میں عالمگیریت کو ایک معاشرہ کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے جس سے دنیا کے تمام انسان ایک یونٹ کے ممبر تصور کیے جاتے ہوں۔ اگرچہ اس میں ایک مثبت انداز فکر کی عکاسی پائی جاتی ہے، مگر معاشرتی ضروریات اور عالمگیریت کا اثر واضح نہیں کیا گیا۔

کیلی اور مار فلیٹ:

"Globalization is a world in which societies, cultures, Politics and economics have, in some senses, come closer together" [6]

(گلوبلائزیشن ایک ایسی دنیا ہے جس میں معاشرے، ثقافتیں، سیاست اور معیشتیں بعض اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہو کر اکٹھے ہو جاتے ہیں)

درست تعریف کے قریب تر یہ الفاظ ہیں کہ دنیا اپنی ہئیت کے اعتبار سے دنیا ہی رہتی ہے جس میں کئی معاشرے، ثقافتیں اور معیشتیں کارفرما ہوتی ہیں، مگر جب اُن کا آپس میں تعلق قائم ہوتا ہے تو وہ عالمگیریت کے کردار کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

مذکورہ تعریفات میں قدرِ مشترک:

سماجی ماہرین نے مذکورہ بالا تعریفات میں جو قدر مشترک پیش کی ہے وہ معاشرتی میل جول ہے۔ جدید دور میں معاشروں کے درمیان تعلق کی شدت مختلف آلہ کار کے ذریعے تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان مغربی ماہرین نے اس تعلق کی شدت کو عالمگیریت (Globalization) گلوبلائزیشن کا نام دیا ہے، خواہ وہ معاشرت میں ہو یا سیاست میں، معیشت میں ہو یا ثقافت میں۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس میں علاقائی حدود کو مد نظر نہ رکھا جائے۔ ایسی صورت کا امکان تب ہو گا جب پوری دنیا ایک

معاشرہ یا ملک تصور کیا جائے یا دوسری صورت تب ہو سکتی ہے کہ ایک طاقت عالمگیریت کی فکر دنیا کو دے اور وہی اسے عملی جامہ بھی پہنائے۔ تو اس طرح حدود سے ماورائیت کو "عالمگیریت" کا نام دیا جائے گا۔ عالمگیریت نے چونکہ اپنے دائرہ کار کو پوری دنیا تک وسیع کرنا تھا تو مغرب نے دیگر افکار کو اس کے تابع کر دیا تاکہ خاطر خواہ اس نتائج حاصل کیے جائیں جیسے سرمایہ دارانہ عالمی معیشت، سیکولر جمہوریت، انفرادیت پسندی اور عالمی سماج کے رہنما اصول[7] جن کے مرکزی ادارے اور ان کے مفاد مغربی ممالک و اقوام سے وابستہ ہوں اور وہ ہی ان اداروں کے لیے قوانین وضع کریں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی فکر کے پسِ منظر میں قائم کیے جانے والے اداروں کے مقاصد کیا ہوں گے؟ جس کے لیے اس کا ڈھانچہ بنایا گیا اور اسے پوری دنیا میں پروان چڑھایا گیا۔

عالمگیریت کے مقاصد:

مذکورہ تعریفات سے ظاہر ہوتا کہ عالمگیریت ایک ایسی اصطلاح ہے جس کی کثیر جہتیں ہیں۔ ہر جہت کے ماہرین اپنے فن اور علم کی بنیاد پر اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں اور عالمگیریت کا تعلق مخصوص اسی جہت کے ساتھ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماہرینِ معاشیات نے اس کے معاشی پہلو پر توجہ دی اور اس سے وابستہ مسائل اور نتائج پر تحقیق کرتے ہوئے، اسے معیشت کی عالمگیریت کا نام دیا، جبکہ کچھ لوگوں نے اسے ثقافت کے لحاظ سے دیکھا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ مختلف ملکوں کے مابین ثقافت کی جنگ ہے، جسے دنیا پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ عالمگیریت نے دنیا میں عملاً بعض قوموں کی شناخت ختم کر دی ہے، جس سے دنیا کے بڑے بڑے اداروں پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے، وہ ادارے اپنی طاقت اور غلبہ ظاہر کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

دنیا کے کچھ مفکرین نے اس کے سیاسی پہلو پر بھی توجہ دی ہے اور اس کا جائزہ لیا ہے کہ حقیقتاً یہ اصطلاح مغرب سے آئی ہے اور ایک لحاظ سے یہ مغربی تہذیب، سیاست، معاشرت اور معیشت کے غلبہ کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب ان تمام جہتوں سے پوری دنیا کو بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر کر رہا ہے۔ کچھ لوگوں نے ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی تبدیلیوں کو اس کا شاخسانہ قرار دیا۔ لیکن جس قدر غور کیا جائے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ عالمگیریت نہ صرف سیاست و معیشت بلکہ تمام پہلوؤں کو شامل ہے اور تمام گوشہ ہائے حیات اس سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جبکہ بعض مفکرین کے مطابق عالمگیریت، استعمار (Colonialism) اور استشراق (Orientalism) کی مشترکہ کاوشوں کے ذریعے وجود میں آئی اور پھر اس میں تطور آیا، جس کے ذریعے مغربی اور صہیونی طاقتوں کے مالی تحفظ کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی عقائد، اخلاقی اقدار اور معاشرتی ثقافت کو عالمی جامہ پہنا کر پوری دنیا میں رائج کرنا اس کے اولین مقاصد میں شامل ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ دیگر مقاصد کی ایک طویل فہرست ہے جن سے مغرب کو بلواسطہ یا بلاواسطہ فائدہ پہنچ رہا ہے گا۔

حصہ دوم: اسلامی تناظر میں عالمگیریت سے استفادے کے اصول:

مذکورہ بالا بحث کے تناظر میں عالمگیریت ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے آنکھیں چرانا ممکن نہیں ہے، لہذا انسانی ضرورت کے پیشِ نظر جہاں اس میں اسلامی اصولوں کے خلاف کوئی امر مانع نہ ہو تو اس سے استفادہ کرنے میں حرج بھی نہیں ہے۔ انسانی زندگی کو پروان چڑھانے، اُس کے لیے منفعت حاصل کرنے اور تمام بنی نوع انسان کو ترقی کے یکساں مواقع بہم پہنچانے میں عالمگیریت سے اسلام کے بتائے ہوئے منہج شریعہ پر عمل پیرا ہو کے فائدہ حاصل کرنا ایک خوش آئند امر ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، جو ہر دور کے انسان کے لیے اپنے اندر سامان ہدایت رکھتا ہے۔ اور ہر دور سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ دین اسلام کا ایک نظام ہے جو عقائد، عبادات اور اخلاق پر محیط ہے۔ یہ اسلامی معاشرے کے تمام شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ لوگوں کو مکمل احکامات اور جامع ہدایات عطا کرتا ہے۔ اِس پر عمل کر کے انسان اس دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی کامیاب ہو سکتا ہے۔ عالمگیریت کے دور میں مسلمانوں نے دیگر تہذیبوں کے اثر کو قبول کیا ہے مگر غور طلب معاملہ یہ ہے کہ اسلام نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کن اصولوں کی طرف کی ہے جس سے وہ فائدہ حاصل کر کے اس فکر کے ساتھ اپنی زندگی استوار کر سکیں۔ لہذا مندرجہ ذیل سطور میں عالمگیریت سے استفادے کے اسلامی اصولوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

گزرتے وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلام نے اپنے ماننے والوں کو زندگی گذارنے کے جو اصول و ضوابط عطا کیے ہیں وہ ہر دور کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، اس سلسلہ میں ہر انسانی ذہن اپنی مرضی کے مطابق ان اصولوں کو نہیں ڈھال سکتا، جیسے اسلام نے کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کا اپنا ایک معیار مقرر کیا ہے، کسی بھی چیز کو اپنانے سے پہلے دیکھا جاتا ہے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز۔

اس سلسلے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے:

"سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ عَنِ السَّمْنِ وَالجُبْنِ وَالفِرَاءِ قَالَ: الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ، فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ"(8)

"رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین (چمڑے کا لباس) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا، اور حرام وہ ہے، جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا اور جس چیز کے بارے میں وہ خاموش رہا وہ اس قبیل سے ہے جسے اللہ نے معاف کر دیا ہے"۔

اسلام نے ہر لحاظ سے انسانی زندگی کے تحفظ کو مقدم رکھا ہے لہذا اسی تحفظ کی خاطر، اسلامی تناظر میں عالمگیریت سے استفادہ کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں درج ذیل رہنما اصولوں کو اختیار کرنا چاہئے۔

1. اصول حلت وحرمت:

مذکرہ بالا حدیث کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت اگر خاموش ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہونا چاہیے؟

حلت اور حرمت کے بارے میں حدیث طیبہ سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے ان کی وہی حیثیت ہے اور جس چیز کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے پوچھی جانے والی اشیاء کے بارے میں نہیں کہا کہ انہیں استعمال نہ کرو کیونکہ ان کے استعمال کرنے کے بارے میں کوئی حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾[9]

ترجمہ: ’’ پھر ہم نے ان رسولوں کے نقوشِ قدم پر (دوسرے) رسولوں کو بھیجا اور ہم نے ان کے پیچھے عیسٰی ابنِ مریم (علیہما السلام) کو بھیجا اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی اور ہم نے اُن لوگوں کے دلوں میں جو اُن کی پیروی کر رہے تھے، شفقت اور رحمت پیدا کر دی۔ اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی، اسے ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، مگر محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (شروع کی تھی) پھر اس کی عملی نگہداشت کا جو حق تھا وہ اس کی ویسی نگہداشت نہ کر سکے ‘‘

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رہبانیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصوص علیہ نہیں تھی لیکن جب انہوں نے اسے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایجاد کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر اجر سے نوازا۔ چونکہ اس کی حرمت کی دلیل نہیں تھی لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اجر کا مستحق گردانا گیا۔

اسی چیز کو مدّ نظر رکھتے ہوئے فقہا نے یہ کہا ہے کہ کسی بھی چیز کے استعمال یا استفادے کے ذیل میں اباحت ہی کو اصل مانا جائے تاوقتیکہ اس پر حرمت کی کوئی دلیل میسر آجائے جیسا کہ علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ اشیا میں اصل اباحت کو مانا جائے گا[10]۔ اسی طرح علامہ حطاب مالکی کہتے ہیں کہ اشیاء میں اصل حلت کو مانا جائے گا[11]۔ ان کے علاوہ بھی فقہا کرام نے بھی اشیا کی اصل اباحت ہی مانا ہے اور بعض نے حلت کو اشیاء کی اصل قرار دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ زیر بحث آئے تو دیکھنا پڑے گا کہ اسلام میں اس چیز کی کیا حیثیت ہے؟ آیا یہ چیز حلال ہے یا حرام؟ اگر اس کی حرمت پر کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو تو اس کا استعمال کرنا یا اس سے استفادہ ممنوع نہیں ہوگا۔ امام ابن تیمیہ کا کلام اس باب میں قول فیصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام اشیاء انسان کے

لیے حلال اور پاک ہیں اگرچہ ان کے اصناف اور اوصاف میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ان سے انسان کا فائدہ اٹھانا،ان کا پہننا یا ان کو چھونا ممنوع نہیں ہے اور یہ اس باب میں ایک جامع کلمہ ہے[12]۔

اس کے بعد انہوں نے قرآن و حدیث سے دلائل بھی دیے ہیں۔لیکن ظاہر ہے ان کا اشیاء میں حلت اور طہارت کو اصل ماننا صرف ان اشیاء کے ضمن میں ہے، جن کی عدم حلت یا عدم طہارت پر کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو۔

اس مختصر بحث سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں اس اصول کے تحت کسی بھی چیز سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، اسی ضمن میں یہ بھی کہا جائے کہ عالمگیریت سے استفادہ کرنا جائز ہے جبکہ یہ انسانی زندگی کے لیے خطرہ کا باعث نہ ہو۔

2. فروغِ معیشت کے اسلامی اصول

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾[13]

ترجمہ:" پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو"

اس آیت میں نماز کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔یہاں فضل سے رزق حلال اور تجارت کے ذریعے اس کا طلب کرنا مراد ہے جیسا کہ مفسرین نے اس بات کی تصریح بھی کی ہیں[14]۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد مسلمانوں کو رزق کی تلاش کے لیے تجارت کے ذریعے زمین میں پھیل جانے کا حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے اس سے وہ تجارت مراد ہے جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہو۔اور مسلمانوں کا تجارت کو پھیلانا، اسلامی اصولِ تجارت کو بھی وسعت دے گا۔جس سے لوگ مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولِ معیشت اور اس کے اصولِ اباحت سے بھی آگاہ ہوں گے۔اس لحاظ سے گویا یہاں اسلامی معیشت کی عالمگیریت کی ضمن میں ایک اصول بھی وضع ہوا کہ مسلمان عالمگیریت کی جانب قدم بڑھائے، تاہم اگر مسلمانوں کی کوتاہی کی وجہ سے عملاً ایسا ممکن نہیں ہوا، تو موجودہ مغربی عالمگیریت سے اس اصول کے تحت استفادہ کر سکتے ہیں، بشرط یہ کہ اسلامی اصول تجارت مسخ نہ ہونے پائیں۔اور انھیں اصولوں پر عمل پیرا ہو کر پوری دنیا میں اپنی تجارت کو پھیلائیں۔ایسی صورت حال میں اگر مغربی فکر عالمگیریت سے استفادہ ممکن ہو تو یہ دینی لحاظ سے غیر مباح پہلو نہیں تصور کیا جائے گا۔

3. امور باطلہ سے اجتناب:

مسلمانوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ امور باطلہ سے اپنے آپ کو بچائے۔ لہذا اسلامی معاشرہ میں رہتے ہوئے عالمگیریت سے استفادے کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ امور باطلہ سے بچتے ہوئے تجارت و معیشت کو پوری دنیا تک وسعت دی جائے۔ اس سلسلہ میں مسلمان کو عالمگیریت کے تحت اسلامی اصولِ تجارت سے استفادہ کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جانب واضح رہنمائی فرمائی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾[15]

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو"

بذات خود عالمگیریت بھی غیر اخلاقی حرکات کی اجازت نہیں دیتی مگر اس کی جہت کا تعلق جب اسلام کے اصولِ معیشت و تجارت سے ہوگا تب اس کا مباح ہونا ایک یقینی امر ہوگا۔ تو تمام امور باطلہ جن میں دھوکہ، منافع خوری، جھوٹ اور ملاوٹ وغیرہ شامل ہیں عالمی طور پر غیر اخلاقی ہیں جو کہ بدرجہ اولیٰ غیر اسلامی ہیں۔

4. سود سے پاک معیشت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہدایت ہے:

﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[16]

"اللہ نے تجارت (سوداگری) کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے"

اس آیت میں اسلامی اصولِ تجارت کا ایک اہم اصول یہ بیان ہوا ہے کہ مسلمان کی تجارت محض ایسے اصولوں پر استوار ہونی چاہیے کہ جس میں سود کو عمل دخل نہ ہو۔ اسلام کسی صورت ایسی معیشت کی اجازت نہیں دیتا، جس کی بنیادوں میں سود شامل ہو۔ اس اصول کے تحت آج کے دور بھی معاشی میدان میں عالمگیریت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ مغربی فکر عالگیریت اسلام کا یہ اصولِ تجارت تسلیم کرنے پر تیار ہو۔ حالانکہ یہ ایک خاص اسلامی اصول ہے اگر مغربی معاشرہ بھی اس اصول کو تسلیم کرتا ہے تو وہ سود سے پاک تجارتی نظام کو اسلام کا عطا کردہ نظام کے طور پر اختیار کرے گا۔

5. اسلامی احکامات میں غفلت کی روک تھام:

عالمگیریت سے استفادہ کرنے میں کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ وہ مسلمان کے لیے دینی احکامات کے بجالانے میں غفلت کا سبب نہ بنے۔ اگر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجاآوری میں مشکل پیش نہ آئے، یا ان امور کو بجالانا مجبوری نہ بن جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے بہر صورت بچنے کا حکم دیا ہے، تو عالمگیریت سے استفادہ میں کوئی مضائقہ نہیں

ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾[17]

"وہی مردانِ (خدا) ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰة ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی"

مسلمان تاجر کی یہ خوبی بیان ہوئی کہ وہ معیشت کے میدان میں سرگرم عمل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے احکامات سے غافل نہیں ہوتا، بلکہ قیامت کا دن بھی ان کی نظر میں رہتا ہے۔ گویا مسلمان کی نظر میں اوامر الٰہی ہر چیز پر مقدم ہے۔ یہ ایک اہم اصول ہے کہ انسان کو نہ تو دینی امور میں غفلت کا مرتکب ہونا چاہیے اور نہ ہی دنیاوی ذمہ داریوں سے لاپرواہ ہونا چاہیے۔ تجارت اور قیامت کے دن کا ربط بظاہر یہی بتا رہا ہے کہ معیشت کے باب میں کسی بھی ایسی سرگرمی سے اجتناب کرنا چاہیے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بن جائے۔ عالمگیریت سے استفادہ کرنے کے لیے آج بھی یہی زریں اصول ہونے چاہیے تاکہ دونوں جہانوں میں انسان فلاح سے ہمکنار ہو سکیں۔

6. انسانیت کی خیر خواہی اور تجارت:

اسلام کی نظر میں انسانیت کی خیر خواہی ایک اہم اصول ہے۔ لہذا عالمگیریت سے استفادہ کرتے ہوئے لوگوں کی خیر خواہی مقصود ہو۔ محض تجارت سے انسان خود تو مالی طور پر مضبوط ہوتا جائے لیکن دوسروں کو تباہ کرتا جائے یہ سراسر اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے اس لیے کہ اس میں دوسروں کا تحفظ نہیں ہے بلکہ دوسروں کا استحصال پایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((التُّجَّارُ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا، إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللَّهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ))[18]

"قیامت کے دن تاجر فاسق اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جو اللہ سے ڈرتے رہے، خیر خواہی کرتے رہے اور دنیا میں سچائی کا دامن پکڑے رکھا"

اس حدیث کی شرح میں امام زرقانی فرماتے ہیں کہ انسان جس طرح خود اپنے لیے تول کی پیائش پسند کرتا ہے اسی طرح دوسروں کے لیے بھی پورا تول پسند کرے اور دوسروں کے لیے بھی عدل کو اسی طرح پسند کرے جس طرح اپنے لیے عدل کو پسند کرتا ہے[19]۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو مختلف مقامات پر جو اللہ کے ذات سے ڈرنے کا حکم دیا ہے، اُس کے پسِ منظر میں یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ یہ ڈر اس کو کسی سے زیادتی نہ کرنے دے۔ اسلام تمام معاملات میں سچ بولنے اور صرف

اپنی ہی نہیں بلکہ دوسروں کی خیر خواہی کو بھی مد نظر رکھنے کا حکم دیتا ہے۔آج کے مسلم معاشرے میں مغربی عالمگیریت نے معاشی میدانوں میں اپنے پنجے گاڑر کھے ہیں جس سے استفادے کے لیے ان اسلامی اصولوں کو مد نظر رہنا چاہیے تاکہ اس سے استفادہ بھی ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی بچا جا سکے۔

7. ذخیرہ اندوزی کی روک تھام

عالمگیریت کے دور میں اس قباحت نے بھی شدت اختیار کرلی ہے کہ کسی چیز کا بھاؤ بڑھانے کے لیے اور زیادہ منافع کے لالچ میں مصنوعی بحران پیدا کر دیا جاتا ہے۔جب معاشرے میں اس چیز کی قلت پیدا ہو جاتی ہے اور قیمت میں خوب اضافہ ہو جاتا ہے تو اسے اصل لاگت سے کئی گنا زیادہ منافع کے ساتھ بیچ دیا جاتا ہے۔اس میں جہاں ایک طرف لوگوں کا مالی استحصال ہوتا ہے ،وہیں کچھ لوگ راتوں رات امیر بن جاتے ہیں۔اسلام نے اس جیسی کسی بھی قبیح حرکت سے منع کیا ہے۔لہذا عالمگیریت سے استفادہ کرتے ہوئے اس اصول کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔اس قبیح خصلت کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((من جلب طَعَاما فَبَاعَهُ بِسعْر يَوْمه فَكَأَنَّمَا تصدق بِهِ))[20]

''جو تاجر اپنا سامان مشقت اٹھا کر (بازار میں) لائے اور اسے اسی دن کی قیمت پر فروخت کر دے تو گویا اس نے اس مال کو اللہ کی راہ میں صدقہ کیا''

8. اجتماعی مفاد کو ترجیح دینا

عالمگیریت سے استفادہ کرتے ہوئے،ایک مسلمان کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔یعنی اگر کوئی بندہ کسی ایسے رتبے پر فائز ہے جسے معاشرے میں اثر ورسوخ حاصل ہو تو وہ اس عہدے کو اپنی ذاتی منفعت کے لیے استعمال کر سکتا ہے یا اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے جبکہ اسلام نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے چھوٹے کاروباری طبقے کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔جیسا کہ ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بننے کے بعد تجارت کی غرض سے بازار کی طرف نکلے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے پوچھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟انہوں نے عرض کیا کہ تجارت کی غرض سے بازار جارہا ہوں۔حضرت عمر نے اس بات سے آپ کو منع کر دیا[21]۔اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مسلمان کو اپنے کسی بھی کاروبار میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے کسی عہدے کی وجہ سے کسی اور کا کاروبار متاثر نہ ہو۔اگرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے کسی ایسے فعل کی توقع نہ تھی لیکن پھر بھی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس سے احتراز کرنے کا مشورہ دیا۔آج کی معاشی عالمگیریت کے ضمن میں بھی اس سنہرے اصول کو یاد رکھنا چاہیے۔

9. سچائی کی ترویج:

عالمگیریت سے متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے اور وہ بھی اس دور میں جبکہ کار معیشت ایک جزو لاینفک بن چکا ہے۔ انسان کی گزراوقات روزی روٹی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بہت سے لوگ کاروبار سے منسلک ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عالمگیریت نے معیشت یا تجارت کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ معاشی میدانوں میں عالمگیریت کا جادو اسلامی ممالک میں بھی سر چڑھ کر بول رہا ہے اور ممالک کی باہمی تجارت کی وجہ سے اسلامی معاشرے یا تاجر بھی اس سے متاثر ہیں۔ اس ضمن میں مسلمان معاشروں یا تاجروں کو چاہیے کہ عالمگیریت سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اگر کسی چیز میں کوئی عیب ہو تو اس سے گاہک کو ضرور خبردار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے کوئی چیز بیچی اور اس میں عیب تھا لیکن اس نے وہ عیب ظاہر نہ کیا تو وہ لگاتار اللہ تعالیٰ کے غضب میں شریک رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اس پر لعنت کرتے رہیں گے (22)۔

10. ناجائز بھاؤ بڑھانے کی روک تھام

اسلام نے اپنے تجارتی اصول و ضوابط اور تمام تجارتی معاملات میں حریت اور انسانی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھا ہے۔ اسلام یہ اجازت نہیں دیتا کہ تجارت کے بل بوتے پر کسی بھی فرد یا معاشرے کو یرغمال بنالیا جائے۔ اسلام میں تجارت کو انسانی ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک ذریعہ معاش کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔ جہاں کہیں بھی تجارت میں لوگوں کا استحصال شروع ہوتا ہے وہاں حکومت کو دخل اندازی کا پورا حق ہے تاکہ لوگوں کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔ اسی لیے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے کہ کسی چیز کا بھاؤ بڑھانے کے لیے اس چیز کی مصنوعی قلت پیدا کی جائے یا اس کو بازار میں آنے سے روک لیا جائے تاکہ جب قیمت بڑھی گی تو فروخت کیا جائے گا۔ آج اس معاشی عالمگیریت کے دور میں بھی اس اصول کو حرز جاں بنالینا چاہیے تاکہ اس طرح کے حربے اختیار کر کے مارکیٹ میں مصنوعی قلت پیدا کی جائے اور اشیاء خردونوش لوگوں کی پہنچ سے دور کر دی جائیں۔ یہ طریقہ تجارت اسلام کے اصولوں کے مخالف ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کسی تاجر نے اپنا مال روکے رکھا یعنی ذخیرہ اندوزی کی اور اس کا ارادہ تھا کہ اس طرح مال روک کر وہ اس چیز کی قیمت مسلمانوں پر زیادہ بڑھادے گا تو وہ خطاکار ہے''(23)۔

11. منڈی تک رسائی کے آزادانہ مواقع

عالمگیریت سے استفادہ کرنے کے لیے اسلامی معاشرہ اس اصول کا بھی پابند ہونا چاہیے کہ اشیائے تجارت کے لیے دوسرے تاجروں سے ساز باز کر کے کسی کے لیے پریشانی کا باعث نہ بنے اور نہ ہی ان اشیا کی قیمت میں اضافے کا سبب بننا چاہیے۔ یہ ایک عام فہم بات ہے کہ ایک عام شہری کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی چیز کہاں سے اچھی قیمت پر ملتی ہے یا کس چیز کی کوالٹی بہتر ہے۔ لیکن اس کے برعکس تاجروں کو ان تمام معمولات سے آگاہی ہوتی ہے کیونکہ یہ ان کا روزمرہ کا کام

ہے۔اسی طرح وہ ان تاجروں سے ساز باز کر کے اشیائے تجارت کو رکوا لیتے ہیں یا باہم ملی بھگت سے وہ اشیا عام لوگوں کی پہنچ سے دور کر دی جاتی ہیں اور اس طرح لوگ وہ اشیا لینے کے لیے چند مخصوص لوگوں کے مرہون منت ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ شہر سے باہر جا کر تاجروں کو نہ ملا جائے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی قافلوں کے شہر میں آنے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ جانا شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے انہیں اس بات سے منع فرما دیا اور یہ نصیحت فرمائی کہ مال کو بازار تک آنے دیا جائے[24]۔اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے جیسا کہ علامہ مرغینانی فرماتے ہیں کہ: " ایسا کرنے والے کو قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا اور قاضی اسے یہ حکم دے گا کہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات کا حصہ نکال کر باقی سارا مال بازار میں لاؤ اور اگر وہ دوبارہ ایسا کرے گا تو اسے سزا بھی دی جائے گی تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی خرید و فروخت میں دشواری اور مہنگائی کا سامنا نہ ہو اور اسی لیے اسلام نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے کہ تاجروں کو شہر سے باہر ہی گھیر لیا جائے تاکہ اپنی من مانی قیمت پر سامان فروخت کیا جائے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شہر میں کسی چیز کی قلت پیدا ہو جاتی ہے یا اس کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو شہر کے ہوشیار قسم کے تاجر اس تاک میں رہتے ہیں کہ کب کوئی تاجر وہ چیز لے کر اس شہر کا رخ کرے گا اور جب تاجر وہ چیز لے کر شہر کی طرف آ رہے ہوتے ہیں تو یہ تاجر شہر سے باہر پہنچ کر اس سے سامان خرید لیتے ہیں تاکہ اسے شہر میں لا کر اپنی منہ مانگی قیمت پر فروخت کر سکیں"[25]۔

12. مال کی منتقلی

مال کی منتقلی بغرض قلت کے نہیں ہونی چاہیے۔یعنی اگر کسی شہر یا اپنے ملک میں کسی چیز کی کمی ہے لیکن کسی دوسری جگہ اس چیز کی قیمت زیادہ ہے تو اس صورت میں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ اپنے گاؤں، شہر یا ملک کی ضرورت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض منافع کی خاطر اسے دوسرے گاؤں، شہر یا ملک میں منتقل کر دے۔ نبی کریم نے شہر والوں کو دیہات والوں کے لیے بیچنے سے منع فرمایا[26]۔ فقہاء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک تاجر کا سامان شہر میں موجود ہے لیکن وہ صرف نفع یا ذخیرہ اندوزی کی خاطر اپنی خواہشات کا غلام بنتا ہے اور اپنے شہر کی ضرورت جانتے ہوئے بھی اپنا سامان ان کے ہاتھوں فروخت کرنے کی بجائے دیہات میں لے جاتا ہے کہ تاکہ انہیں مہنگے داموں بیچے گا[27]۔عالمگیریت کے تحت اگر تاجر زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں، اپنے علاقے اور شہر سے سامانِ تجارت اٹھا کر دوسرے شہر یا علاقے میں لے جاتا ہے تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ اُس شہر اور علاقے کی بھی ضرورت پوری کرنا انسانی فلاح ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے ایک تاجر کے پیشِ نظر انسانی فلاح ہونا چاہیے نہ کہ منافع خوری۔اس لیے اسلامی اصول تجارت کو عالمگیریت کا حصہ بنایا جائے جس سے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔

13. ملاوٹ کی روک تھام

ملاوٹ اور دھوکا دہی سے پاک نظام ہی اسلامی معاشرے کو پاکیزہ بنا سکتا ہے۔ اس سے صارف کا مالی نقصان بھی ہوتا ہے اور ملاوٹ کی وجہ سے اشیائے خورد و نوش کا معیار ناقص ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی جانوں کا تحفظ ختم ہو جاتا ہے اور اس سے مزید تباہی پھیلنے کا اندیشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي))[28]

"رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ اناج کے ڈھیر پر سے گذرے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈالا تو انگلیوں پر تری آگئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ وہ بولا: پانی پڑ گیا تھا یا رسول اللہ! ﷺ نے فرمایا: پھر تو نے اس بھیگے اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے جو شخص فریب کرے دھوکہ دے وہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو مال تجارت میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس قسم کا کوئی معاملہ ہو تو اسے صارف کے علم میں لانا چاہیے۔ اسلامی معاشرے میں عالمگیریت سے استفادہ کرنا کسی صورت ممنوع نہیں ہے بلکہ ممنوع وہ صورتیں ہوں گی جن میں کوئی ایسا امر پایا جائے گا جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ لہذا ایک اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں عالمگیریت سے استفادہ کرتے ہوئے اس امر کا یقین بھی کر لینا چاہیے کہ کہیں کوئی ملاوٹ شدہ چیز تو نہیں بیچی جا رہی یا اس کے ہاتھوں میں عالمگیریت کی وجہ سے کوئی ایسی چیز تو نہیں پہنچ گئی جس کی خرید و فروخت یا جسے اسلام نے موجودہ حالت میں فروخت کرنے سے منع کیا ہو جیسا کہ ملاوٹ شدہ چیز کا بیچنا یا کسی حرام چیز کا فروخت کرنا۔

14. جوئے اور سٹہ بازی کی روک تھام:

معیشت میں زیادہ مال بنانے کے چکر میں قبل از اسلام بھی جوئے جیسی کچھ شکلیں رائج تھیں جیسے بیع ملامسہ اور منابذہ وغیرہ لیکن اسلام نے انہیں حرام قرار دیا۔ اگر بیچنے والا اگر خریدار کی طرف اپنا کپڑا اچھینک دیتا تو وہ بیع لازمی ہو جاتی تھی جسے منابذہ کہا جاتا تھا۔ اسی طرح ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر خریدار کسی چیز کو چھو لیتا تھا تو اس کی بیع بھی لازمی ہو جاتی تھی جسے بیع ملامسہ کہا جاتا تھا اور اس کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ خریدار آنکھیں بند کر کے کسی چیز پر ہاتھ رکھتا تو بھی اس کی بیع لازمی ہو جاتی تھی اور ہاتھ رکھنے سے پہلے یہ طے کر لیا جاتا تھا کہ جس چیز پر ہاتھ پڑے گا اس کی یہ قیمت ہو گی۔ ان تمام میں کسی نہ کسی طور پر جوئے کی سی شکل پائی جاتی تھی اور اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ اسی طرح اگر کسی جانور کو بیچنا ہوتا تو اس کا دودھ دوہنا بند کر دیا جاتا تھا تاکہ فروخت کے وقت زیادہ دودھ دے اور جانور کی قیمت میں اضافہ ہو[29]۔ اس سے معلوم

ہوا کہ یہ بات حضور اکرم ﷺ نے طے کر دی کہ اسلامی معاشرے میں کسی قسم کی تجارت میں جوئے کو دخل نہیں۔خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا؛

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[30]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ“

یعنی آج اگر عالمگیریت سے استفادہ کی صورت میں کسی قسم کا جوئے کا ارتکاب نہ ہونے پائے جیسا کہ لاٹری وغیرہ یہ یا اس طرح کی دیگر حرکات آج کی مروجہ صورتیں ہیں۔

15. ناپ تول میں کمی کی ممانعت

تجارت جیسے پاکیزہ پیشے کو بسا اوقات ناپ تول میں کمی کے ذریعے پراگندہ کر دیا جاتا ہے۔اسلام نے اس طرف بھی خصوصی توجہ دی اور یہ واضح کر دیا کہ ناپ تول میں کمی کسی صورت بھی گوارا نہیں اور نہ ہی کوئی مقبول و ممدوح امر ہے۔اسلام نے ایسا کرنے والوں کے تباہی کی وعید سنائی ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾[31]

ترجمہ: ”بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔یہ لوگ جب (دوسرے) لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو (ان سے) پورا لیتے ہیں۔اور جب انہیں (خود) ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں“

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں یہ عادت رائج تھی کہ لوگ ناپ کر چیزیں فروخت کرتے تھے جبکہ اس سے پہلے مکہ میں تول کر خرید و فروخت کا رواج تھا۔آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی کہ بعض لوگ تولنے کے دو دو پیمانے رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا[32]۔اس سے معلوم ہوا کہ ناپ تول یعنی پیمانے میں کسی قسم کی کمی ایک قبیح فعل ہے جو اسلام میں ممنوع ہے۔لہٰذا اگر آج کے دور میں کوئی مسلمان یا ادارہ ایسے قبیح فعل کا مرتکب ہو گا تو وہ اللہ اور ریاست دونوں کا مجرم شمار ہو گا چاہے عالمگیریت کی رو سے اس کی تجارت پوری دنیا میں پھیلی ہو۔اس تجارت کا اسلامی اصولوں کے مطابق ہونا ہی اسے پوری دنیا کے لیے فائدہ مند بنا سکتا ہے۔

16. امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام

اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امر بالمعروف کا ایک ادارہ قائم ہے۔اس کا کام لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کرنا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ سکیں۔اسی طرح اسلام اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ صرف نیکی کا ادارہ ہونا یا ایک ایسی جماعت کا ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہونے چاہیے جو لوگوں کو برائی سے روکیں۔یہ اسلامی معاشرے کا ایک خاص پہلو ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں رہنمائی کی ہے؛

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[33]

ترجمہ: "تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لئے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں"۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ))[34]

"جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹادے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے"۔

اس آیت اور حدیث میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اسلامی معاشرہ اس بات کو اہمیت دیتا ہے کہ یہاں نیکی کی تعلیم، اس کی طرف ترغیب اور اس کی ترویج ہونی چاہیے اور اس کے بدلے میں برائی کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔اب اس ضمن میں اگر عالمگیریت کا جائزہ لیا جائے تو یہ ایک مغربی اصطلاح ہے اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ اس کے معماروں نے اسے گھڑتے ہوئے اسلامی قواعد وضوابط یا اصول و تعلیمات کو مد نظر نہیں رکھا ہو گا۔پس ایک اسلامی معاشرے میں اس سے استفادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول کو یاد رکھا جائے۔اگر عالمگیریت سے استفادہ اس اصول کے حدود کے اندر ہو تو یہ بالکل جائز ہو گا لیکن اگر عالمگیریت سے استفادہ کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور عالمگیریت کی وجہ معاشرے میں برائی کا فروغ جنم لیتا ہے تو اس سے بچنا ضروری ہے۔

17. عقیدہ کی اساس اور حاکمیت الٰہی

اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی خالص توحید پر کھڑی ہے۔اسلام اپنے ماننے والوں کو شرک، گمراہی اور بدعت سے دور کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات انسان کو صرف اس کے خالق کے سامنے سر بسجود دیکھنا چاہتی ہیں۔انسان کو ایک باعظمت کردار کے طور پیش کر کے اس بات کی نفی مقصود ہے کہ اس کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے اور اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے جیسے یا اپنے سے برتر کسی انسان کو سجدہ کرتا پھرے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور برائی سے بچنے کو بعثت انبیاء کا مقصد قرار دیا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا؛

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾[35]

ترجمہ: " اور بیشک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ (لوگو) تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (یعنی شیطان اور بتوں کی اطاعت و پرستش) سے اجتناب کرو، سو اُن میں بعض وہ ہوئے جنہیں اللہ نے ہدایت فرما دی اور اُن میں بعض وہ ہوئے جن پر گمراہی (ٹھیک) ثابت ہوئی، سو تم لوگ زمین میں سیر و سیاحت کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کی تعلیمات کا یہ بنیادی نقطہ تھا کہ برائی سے بچو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس بات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ تمام اقوام کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے اور ہر رسول نے توحید کی طرف دعوت دی۔گویا ازل سے لے کر ابد تک توحید تمام اسلامی معاشروں کا ایک ناگزیر جزو رہا ہے۔لہذا یہ پہلو مدنظر رہنا چاہیے کہ عالمگیریت سے استفادہ کے لیے بھی اس پہلو کو سامنے رکھنا ہوگا کہ کہیں معاشرہ اپنی اساس توحید سے دور تو نہیں جارہا؟ اگر ایسی بات ہے تو اس سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔اگر یہ استفادہ اسلامی معاشرے کی اس اساسی تعلیم کے منافی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

18. اسلامی عالمگیریت کی تکمیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[36]

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا"

قرآن مجید کی اس آیت میں اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے۔اس وقت پوری دنیا میں

صرف دین اسلام کو ہی یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی کاملیت اور اکملیت کا اعلان اللہ تعالیٰ جل وعلا کی ذات سے ہوا ہے۔اس سے اسلامی معاشرے کو بھی فوقیت کلی اور دیگر معاشروں پر امتیاز حاصل ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ اسلامی معاشرہ پوری طرح اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ پھر یہ نظام پوری دنیا کے لوگوں کے لیے نفع مند بھی ہو جس میں عالمگیریت کا فائدہ ہو ۔اسی اسلامی نظام کے تحت عالمگیریت سے استفادہ بھی ممکن ہو۔

19. حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے

اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں حاکم اعلیٰ یا مقتدر اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور پوری دنیا کے لوگ اللہ کی حاکمیت کو ایمان کی حد تک قبول کریں۔ پھر اللہ کا عطا کردہ نظام اپنے اوپر نافذ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛

﴿قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَ كَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ﴾(37)

ترجمہ: "فرما دیجئے: (کافرو!) بیشک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر (قائم) ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس وہ (عذاب) نہیں ہے جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے"

اس آیت میں واضح اشارہ موجود ہے کہ حکم یا حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے۔ مقاتل اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ((ما القضاء إلا لله))(38)، حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے اور اس کے لائق ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے:

((أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ يَعْنِي لَمَّا كَانَ الْخَلْقُ مِنْهُ ثَبَتَ أَنَّهُ هُوَ الْخَالِقُ لِكُلِّ الْعَبِيدِ، وَإِذَا كَانَ خَالِقًا لَهُمْ كَانَ مَالِكًا لَهُمْ، وَإِذَا كَانَ مَالِكًا لَهُمْ حَسُنَ مِنْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ وَيَنْهَاهُمْ، لِأَنَّ ذَلِكَ تَصَرُّفٌ مِنَ الْمَالِكِ فِي مِلْكِ نَفْسِهِ))(39)

"خبردار رہو کہ تمام تر تخلیق اور حکم اسی کا ہے، یعنی جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام مخلوق اسی کی پیدا کردہ ہے تو یہ بھی ثابت ہو گا کہ ہر چیز کا خالق وہی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہی ہر چیز کا خالق ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ وہی ان کا مالک ہے۔ جب وہی ان کا مالک ہے تو یہی بات قابل تحسین ہے کہ کسی چیز کا حکم بھی وہی دے اور کسی چیز سے بچنے کا حکم بھی اسی کی طرف سے ہو اور یہ اس مالک کا اپنے ملک میں تصرف ہو گا"

اس سے معلوم ہوا کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کوئی فیصلہ نہیں

کر سکتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ کرے گا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے یہی مراد ہے۔ اسی اختلاف کی بنیاد پر اہل خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا بھی ہوا تھا اور آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے لیکن انہوں نے اس سے جو مراد لیا ہے وہ باطل ہے (40)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسلامی معاشرے میں انسان اختیار اور اقتدار کو صرف اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک امانت کے طور پر استعمال کر رہا ہوتا ہے اور وہ ریاست کو اللہ ورسول کی تعلیمات کے مطابق چلاتا ہے۔ اس ضمن میں اسلامی معاشرے میں عالمگیریت سے استفادہ کرنا تبھی ممکن ہو سکتا ہے جب وہ معاشرہ پوری طرح اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا پرچار بھی کرتا ہو۔

20. معاشرتی اور معاشی عدل کا قیام

اسلام نے اپنے مسلمانوں کو اجتماعی اور معاشی ہر سطح پر عدل قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حتیٰ کہ باپ کو حکم ہے کہ اپنے بیٹوں میں کوئی مادی چیز کی تقسیم میں عدل کرے۔ خاوند کو حکم ہے کہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل کا خیال رکھا جائے۔ اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اسلام گھر سے معاشرے کی طرف عدل کا دائرہ وسیع کرنے کا حکم دیتا ہے[41]۔ جب یہ عدل اقوام و ملل کے درمیان ہو گا تو تب ایک عالمگیریت قائم ہو گی۔ اگر یہی عالمگیریت اسلامی اصولِ حیات پر قائم ہو جائے تو اس سے استفادہ عین اسلام ہو گا بلکہ یہی اسلام کا مقصود ہے۔

معاشرتی عدل کے سبب معاشرے میں مزید خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً یہ معاشرے میں پھیلی ہوئی انارکی اور بے سکونی کو ختم کر دیتا ہے۔ اس سے غریب پر ہونے والے ظلم و ستم کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ بے خوف و خطر معاشرے میں اپنی زندگی کا تحفظ حاصل کر لیتا ہے۔ یہی چیز مزید ظلم کی طرف نہیں لے جاتی تو عالمگیریت سے استفادے کے تحت پوری دنیا میں اللہ کے حکم مطابق عدل قائم کر دیا جائے۔ یہی اسلام کا زریں اصول ہے۔

خلاصہ بحث

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ عالمگیریت اپنے وجود کے لحاظ سے مکمل طور پر ایک مغربی فکر ہے جس میں بنیادی طور پر معاشی ترقی، جمہوریت کا فروغ اور بین الاقوامی تسلط و قبضہ کی سوچ کارفرما ہے۔ مگر اس کے باوجود اس سے استفادہ کرنا اسلامی معاشرے میں شجر ممنوعہ نہیں ہے۔ اس سے استفادے کی صورت میں اسلام کے بنیادی احکامات کو ضرور مدنظر رکھنا ہو گا۔ یہ خیال رکھا جائے کہ اس کی وجہ سے کسی حرام، ناجائز یا خلاف شرع حرکات کا ارتکاب نہ ہو۔ اگر اسلام کی بنیادی تعلیمات کا چہرہ مسخ نہ ہو، کسی جرم کا ارتکاب بھی نہ ہو، کسی فعل حرام کو بھی انجام نہ دینا پڑے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بھی خلاف ورزی نہ ہو تو عالمگیریت سے استفادے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حالانکہ اسلام تمام بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے اللہ کریم نے بھیجا ہے اور عالمگیریت کی صورت میں دنیا کے تمام انسان اسلام کے تابندہ اصولوں سے نہ صرف واقف ہو

جائیں بلکہ اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو یہ فکر اسلامی عالمگیریت کی صورت اختیار کر جائے گی۔اس سے استفادہ کر کے اسلامی معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا جائے اور بجائے مغربی عالمگیریت کے اسے اسلامی عالمگیریت کے طور پر استعمال کیا جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ معاشی، سیاسی یا معاشرتی میدانوں میں اسلامی عالمگیریت کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔لیکن اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ عالمگیریت سے استفادہ اسلامی اصولوں کے دائرے میں ہی ممکن ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] حمیدی، احمد مختار، معجم اللغۃ العربیہ المعاصرۃ، عالم الکتب، بیروت، 1429ھ، ص:1579/2

Ḥamīdī, Umar, Aḥmad Mukhtār, Mu‘jam al-lughah al-‘Arabīyah al-mu‘āṣirash, (Bayrūt,‘Ālam al-Kutub, 2008) 2.1579

[2] ڈاکٹر دین محمد، المسلمون والخریطۃ الدینیۃ العالمیۃ المعاصرۃ، القاھرۃ: دار الھانی للطباعۃ والنشر، 2004، ص:64۔

Dr. Dīn Muḥammad, Al-Muslimūn wa-alKharīṭat al-dīnīyah al-‘Ālamīyah al-mu‘āṣirah, (al-Qāhirah : Dār al-Hānī lil-Ṭibā‘ah wa-al-Nashr, 2004), P:64

3 Anthony Gidden, The Consequences of Modernity, Cambridge: Polity Press 1990, P.64

4 Kenichi Ohmae, The Borderless World: Power and Strategy in the Global Marketplace, London: Harper Collins 1992, P.14

5 Martin Albrow, Globalization, Knowledge and Society, London: Sage 1990, P.8

6 Ray Kiely and Phil marfleet, Globalization and the Third World, London: Routledge 1981, P.3

7 دیکھیے: ڈاکٹر انیس احمد، عالمگیریت اور تہذیب کا مستقبل، مغرب اور اسلام (خصوصی اشاعت: عالمگیریت کا چیلنج اور مسلمان)، ج14، شمارہ2، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ص7

Dr.Anīs Aḥmad, 'Alamgīrīat awr thzīb kā m*ūstqb*īl, Mghrib awr Islam,(Institute of Policy Studies, Islamabad) Vol,14, Issue, 2, P.7

8 ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن ، کتاب الاطعمہ ، باب اکل الجبن والسمن، دار لفکر، بیروت، حدیث:3367

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd, Sunan ibn Mājah, (Bayrūt : Dār al-Fikr), Hadith: 3367

9 الحدید:27/57

Sūrah al-Hadīd, 57:27

10 سرخسی، شمس الآئمہ، محمد بن احمد بن ابی سہل، المبسوط، دار المعرفت بیروت 1414ھ، ص:77/24

Sarakhsī, Shams al-A'imma, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Mabsūṭ,(Bayrūt, Dār al-Ma‘rifah, 1993), 24:77

11 حطاب مالکی، محمد بن محمد الطرابلسی، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، دار الفکر بیروت، 1412ھ، ص:87/1

Al-Ḥaṭṭāb, Muḥammad ibn ‘Abd al-Raḥmān al-Ru‘aynī , Mawāhib al-jalīl li-sharḥ mukhtaṣar Khalīl,(Bayrūt : Dār al-Fikr, 1991), 1:78

12 ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع الفتاویٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1416ھ، ص:535/21

Ibn Taymīyah, Aḥmad ibn ‘Abd al-Ḥalīm ,Majmū‘ al-fatāwá (Bayrūt, Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1995), 21:535

13 الجمعہ:10/62

Sūrah al-Jumu‘ah, 62:10

14 دیکھئے تفسیر مقاتل بن سلیمان البلخی، تحقیق: عبداللہ محمود شحاتہ، دار احیاء التراث العربی بیروت 1423ھ، ص:327/4، اور علی بن احمد الواحدی کی (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید)، تحقیق: الشیخ عادل وغیرہ، دار اکتب العلمیہ بیروت 1415ھ، ص:300/4

Tafsīr Muqātil ibn Sulaymān, taḥqīq: ‘Abd Allāh Maḥmūd Shiḥātah, (Beurit:Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī), Wāḥidī Nīshābūrī, Abū al-Ḥasan ‘Alī,, al-Wasīṭ fī tafsīr al-Qurʾān al-majīd, (Bayrūt, Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1994), 4:300

15 النساء:29/4

Sūrah Al Nisā,4:29

16 البقرہ:275/2

Sūrah al-Baqarah, 2:275

17 النور:37/24

Sūrah an-Nūr, 24:37

18 دارمی ، عبداللہ بن عبدالرحمن ، المسند ، کتاب البیوع ، باب فی التجار ، دارالمغنی للنشر والتوزیع ، ریاض، 1412ھ ، حدیث:2580

Dārimī, Abd Allāh ibn 'Abd al-Raḥmān,Al- Musnad, (al-Riyāḍ : Dār al-Mughnī lil-Nashr wa-al-Tawzī, 1992), Hadith: 2580

19 زرقانی، محمد بن عبدالباقی، شرح الزرقانی علی المؤطاالامام مالک،مکتبۃالثقافۃالدینیہ قاہرہ1424ھ،511/3

Zurqānī, Muḥammad ibn ‘Abd al-Bāqī, Sharḥ al-Zurqānī ‘alá Muwaṭṭa’ al-Imām Mālik,(al-Qāhirah : Maktabat al-Thaqāfah al-Dīnīyah, 2003), 3:511

20 العراقی،عبدالرحیم بن الحسین،المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار، کتاب آداب الکسب، حدیث:2،516/1

Al-‘Irāqī, Abd Al-Rahīm ibn al-Husayn,Al-mughnī ‘an ḥaml al-asfār fī al-asfār, 1:516

21 ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا،دارالکتب العلمیہ بیروت1410ھ،137/3

Ibn Sa‘d, Muḥammad, Al-Ṭabaqāt al-kubrá, , taḥqīq:‘Aṭā, Muḥammad ‘Abd al-Qādir, (Bayrūt, Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1999), 3:137

22 ابن ماجہ،السنن ، کتاب التجارات ، باب من باع عیبا فلیبینہ،حدیث:2247

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd, Sunan ibn Mājah,Hadith: 2247

23 الشیبانی،احمد بن محمد بن حنبل، المسند، تحقیق: شعیب الارنؤوط، مسند ابی ہریرہ،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1421ھ، حدیث:8617،ص:265/14،

Al-Shaybānī,Aḥmad ibn Muḥammad Ibn Ḥanbal, Musnad al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal, taḥqīq: Shu‘ayb Arnā’ūṭ,(Bayrūt : Mu’assasat al-Risālah, 2000), Hadith:8617

24 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، الادب المفرد ، کتاب البیوع ، باب منتھی التلقی ، دارالبشائرالاسلامیۃ بیروت 1409ھ، حدیث:2166

Muḥammad ibn Ismā‘īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī , (Beurit: Islamic Dar Al Bashaer,, 1988), Hadith: 2166

25 المرغینانی ، علی بن ابی بکر الفرغانی ، الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی ، تحقیق: طلال یوسف ، داراحیاء التراث العربی بیروت ، ص:377-78/4

Al-Marghīnānī‘Alī ibn Abī Bakr, Al-Hidāyah fī sharḥ Bidāyat al-mubtadi, taḥqīq: Ṭalāl Yūsuf, (Beurit:Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī), 4:377-378

26 بخاری،الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب من کرہ ان یبیع حاضر لباد باجر، حدیث:2159

Muḥammad ibn Ismā‘īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Hadith: 2159

27 موصلی، عبداللہ بن محمود ، **الاختیار لتعلیل المختار**، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد واحکامہ ، مطبعۃ الحلبی قاہرہ 1356ھ، ص:26/2

Al-Ikhtiyār li-ta'līl al-mukhtār

28 مسلم بن الحجاج القشیری ، **الجامع الصحیح** ، کتاب الایمان ، باب قول النبی من غش فلیس منا ، داراحیاء التراث العربی، سن ندارد ، حدیث:102

Abū Al-ḥusayn Muslim Ibn Al-ḥajjāj Al-qushayrī an-Naysābūrī, Ṣaḥīḥ Muslim, (Beurit:Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī), Hadith:102

29 الشوکانی ، محمد بن علی ، **نیل الاوطار** ، کتاب البیوع ، باب النہی عن بیوع الغرر ، دارالکتب العربی ،بیروت 1413ھ ، ص:79/5-178

Shawkānī, Muḥammad ibn ‘Alī, Nayl al-awṭār, (Bayrūt : Dār al-Kitāb al-‘Arabī. 1992), Page: 178-179

30 المائدہ:90/5

Sūrah al-Mā’idah, 5:90

31 المطففین:1-3/83

Sūrah al-Mutaffifīn, 83:103

32 زمخشری، محمود بن عمرو، **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**، دارالکتب العلمیہ بیروت 1407ھ، ص:718/4

Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ‘Umar, Al-Kashshāf ‘an ḥaqā’iq al-tanzīl wa-‘uyūn al-aqāwīl fī wujūh al-ta’wīl,(Bayrūt, Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1986), 4:718

33 آل عمران:110/3

Sūrah Āl ‘Imrān, 3:110

34 مسلم، **الجامع الصحیح** ، کتاب الایمان ، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، حدیث:49

Abū Al-ḥusayn Muslim Ibn Al-ḥajjāj Al-qushayrī an-Naysābūrī, Ṣaḥīḥ Muslim, Hadith:49

35 النحل:36/16

Sūrah an-Nahl, 16:36

36 المائدہ:3/5

Sūrah al-Mā’idah, 5:3

37 الانعام:57/6

Sūrah al-An‘ām, 6:57

38 تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص:564/1

Tafsīr Muqātil ibn Sulaymān, 1:564

39 رازی، محمد بن عمر، **مفاتیح الغیب**، داراحیاء التراث العربی بیروت 1420ھ، ص:277/14

Al-Rāzī, Muḥammad ibn 'Umar, Mafātīḥ al-ghayb (Beurit:Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1999), 14:277

40 اسماعیل حقی، ابوالفداء اسماعیل حقی بن مصطفی، **روح البیان فی تفسیر القرآن**، دارالفکر بیروت، 162/8

İsmail Hakkı, Abū al-Fidā', Rūḥ al-bayān fī tafsīr al-Qur’ān, (Bayrūt : Dār al-Fikr), 8:162

[41] النساء:135/4

Sūrah an-Nisā’, 4:135